تاریخ وسیر

شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری

افغانستان میں

آزاد اسلامی حکومتِ نورستان کا

آنکھوں دیکھا حال

نورستان میں وہاں کے سلفی حضرات نے "دولتِ انقلابی اسلامی افغانستان" کے نام سے خالص کتاب و سنت کی بنیادوں پر اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی ہے۔ لیکن افسوس کہ جب سے اس حکومت کا قیام عمل میں آیا ہے، مختلف تنظیموں کی طرف سے اس کے خلاف پروپیگنڈا حتیٰ کہ بغضِ باطن کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ جس کا مرکزی نقطہ اس حکومت کو دہریہ، روس نواز، چین نواز اور نیشنلسٹ وغیرہ وغیرہ ثابت کرنا ہے۔ پاکستانی علماء اہلحدیث نے اس حکومت سے متعلق سن کر جہاں مسرت کا اظہار کیا، وہاں وہ اس غلط پروپیگنڈہ کی اصلیت جاننے کے لیے بیتاب بھی ہوئے۔ چنانچہ علماء اہلحدیث کا پہلا وفد مولانا خالد گھرجاکھی (گوجرانوالہ) کی معیت میں نورستان پہنچا اور وہاں کے حالات معلوم کیے۔ اس کے بعد گزشتہ رمضان المبارک میں دوسرا وفد شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالمنان صاحب (گوجرانوالہ) کی معیت میں نورستان کا دورہ کر کے لوٹا ہے۔۔۔ آئندہ سطور میں اسی دورہ کی تفصیلات مذکور ہیں جنکو پڑھ کر اس غلط پروپیگنڈہ کی قلعی کھل جاتی ہے۔۔۔ ادارہ محدث بڑی مسرت سے یہ سطور ہدیۂ ناظرین کر رہا ہے اور صرف اسی مضمون کی خاطر اس نے معمول کی ضخامت میں آٹھ صفحات کا اضافہ بھی گوارا کیا ہے۔ (ادارہ)

راقم الحروف اپنے دو ساتھیوں ذکی الرحمٰن لکھوی اور محمد اشفاق نورپوری کے ہمراہ ۲۴ شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ کو گوجرانوالہ سے روانہ ہوا۔ پشاور پہنچ کر ہم نے رئیس الجامعۃ الاثریہ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب نورستانی سے ملاقات کی۔ انہوں نے حضرت مولانا محمد عمر صاحب قریشی کو ہماری رہنمائی کی خاطر ہمارے ساتھ روانہ کیا جس پر ہم ان دونوں حضرات کے انتہائی شکر گزار ہیں۔ چنانچہ قریشی صاحب ہمیں حضرت مولانا شیر محمد صاحب نورستانی کے قافلہ میں ملا کر واپس تشریف لے آئے۔ مولانا شیر محمد صاحب ہمارے ساتھ بڑے حسنِ سلوک سے پیش آئے،

چنانچہ کچھ وقت ہم ان کے قافلہ کے ساتھ چلے۔ پھر بندہ کی طبیعت کی ناسازی کی بنا پر ہم پیچھے رہ گئے اور قافلہ آگے چل دیا۔ آخر دوسرے دن آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ہم بھی پہنچ ہی گئے۔ اہلِ نورستان کو ہم سے پہلے پہنچنے والے قافلہ کے ذریعہ ہماری آمد کی اطلاع ہو چکی تھی۔ چنانچہ برگمتال سے کوئی تین چار گھنٹے کی مسافت پر نورستانی نوجوان ہمارے لیے گھوڑے لیے کھڑے تھے۔ ہم نے کہا، ہم نے ارادہ کر رکھا ہے کہ مرکز تک پیدل ہی جائیں گے۔ نیز اس پہاڑی راستہ پر پیدل چلنے میں ہم زیادہ سہولت محسوس کرتے ہیں، آپ لوگوں کا بہت بہت شکریہ! اس مختصر سی بات چیت کے بعد ہم سب روانہ ہو گئے۔ تھوڑا آگے جا کر ہم نے ایک بانڈے اور ڈیرے کے پاس بابا عبدالرزاق نامی بزرگ کو گائیں چراتے دیکھا۔ انہوں نے ہمیں دیکھتے ہی ایک گائے پکڑی، اسے دوہا اور ایک بڑے کاسہ میں تازہ دودھ ہمیں پیش کیا اور رات وہیں ٹھہرنے کی درخواست کی۔ ہم نے رات ان کے پاس ٹھہرنے سے معذرت کر لی اور آگے چل دیے۔ یاد رہے گھوڑوں والے نوجوان ہمارے ساتھ رہے چنانچہ ہم اٹھائیس شعبان بروز بدھ بوقت مغرب بابا عبدالکریم کے بانڈے اور ڈیرے پر پہنچ گئے اور رات وہیں ٹھہرے۔ انہوں نے ہماری خوب مہمان نوازی کی، جمعرات ۲۹ شعبان کو صبح ناشتہ کرنے کے بعد ہم آگے بڑھے۔ جب ہم برگمتال کے قریب پہنچے تو وہاں برگمتال شرقی کے امیر حضرت مولانا عبدالحق صاحب، برگمتال غربی کے امیر حضرت مولانا محمد اللہ صاحب اور اہالیان برگمتال کافی تعداد میں موجود تھے۔ انہوں نے برگمتال پہنچ کر ہمیں ایک مہمان خانہ میں بٹھا دیا اور قہوہ پیش کیا، پھر وہ لوگ ہمارے اور اکثر علماء اہلحدیث کے شیخ و استاذ حافظ محمد صاحب گوندلوی حفظہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ہم سے سوالات کرنے لگے کہ آیا وہ ابھی تک حدیث پڑھا رہے ہیں؛ ان کی صحت و طبیعت کیسی ہے؛ وغیرہ وغیرہ۔ ہم نے جواباً کہا بحمد اللہ تعالیٰ اس سال تو حافظ صاحب گوندلوی حفظہ اللہ تعالیٰ صحیح بخاری پڑھاتے رہے ہے، آئندہ سال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے پڑھاتے ہیں یا نہیں؛ ان کی صحت و طبیعت ماشاء اللہ تعالیٰ اچھی ہے۔ البتہ کمزوری ہے۔ پھر اہلِ مجلس سے ایک بولا، میں نے حافظ صاحب گوندلوی

سے فلاں کتاب پڑھی ہے، دوسرا بولا میں نے ان سے فلاں کتاب پڑھی ہے۔ تیسرا بولا میں پاکستان گیا تو میری بڑی خواہش و کوشش تھی کہ اُن سے استفادہ کروں مگر فلاں عذر کی بنا پر ان سے استفادہ نہ کر سکا۔ وہاں پہنچ کر ہمیں علم ہوا کہ حضرت حافظ صاحب گوندلوی حفظہ اللہ تعالیٰ کی مقبولیت نورستانی علماء کے دلوں میں بھی پاکستانی علماء کے دلوں میں اُن کی مقبولیت سے کوئی کم نہیں۔ نیز نورستان میں کئی ایک مواضع اور مقامات پر حضرت حافظ صاحب گوندلوی حفظہ اللہ کے شاگرد اور واقفانِ حال ہم سے ان کی مزاج پرسی کرتے اور ان کے حق میں دل کی گہرائیوں سے دعائیں فرماتے رہے۔

تھوڑی دیر برگمتال میں ٹھہرنے کے بعد ہم مرکز کی طرف چل دیے۔ برگمتال شرقی و غربی کے دونوں امیر اور کثیر تعداد میں شہری ہمارے ساتھ ہو لیے۔ ان میں قریہ افسئی کے مولانا محمد عبداللہ صاحب رکن مرکزی مجلس شوریٰ بھی شامل تھے۔ یہ تمام لوگ دولتِ انقلابی اسلامی کے مرکز نیلموک تک ہمارے ساتھ چلے۔ یہ کوئی ایک گھنٹے کی مسافت ہے۔ جونہی ہم نیلموک کے قریب پہنچے تو وہاں فوجی، پولیس والے اور اہالیانِ نیلموک کثیر تعداد میں موجود تھے۔ نماز ظہر سے قبل ہم نیلموک پہنچ گئے۔ پہلے انھوں نے قہوہ پیش کیا اور ظہر کے بعد کھانا کھلایا پھر ہم کو دولتِ اسلامی کے امیر حضرت مولانا محمد افضل صاحب حفظہ اللہ نے ملاقات کے لیے وقت دے دیا اور ہم ان سے ملاقات کے لیے ان کے دفتر میں چلے گئے۔ یہ ملاقات نمازِ عصر تک جاری رہی۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحب ترجمانی کرتے رہے۔ امیر صاحب نے ہمارے وہاں جانے پر بڑی مسرت و فرحت کا اظہار فرماتے ہوئے شکریہ ادا کیا تو ہم نے جواباً عرض کیا کہ ہم نے سنا تھا، نورستان میں ہمارے بھائیوں نے خالص کتاب و سنّت پر مبنی نظام قائم کر رکھا ہے۔ اس پر ہمارے دل میں شوق پیدا ہوا کہ ایسے مجاہدین جنھوں نے (دولت اسلامی کے رئیس الامور الخارجیہ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب نورستانی کے بقول) نو ماہ تک جہاد کر کے اپنے علاقہ کو آزاد کروایا پھر اس آزاد خطہ میں خالص کتاب و سنّت پر مبنی نظام قائم کیا، ایسے مجاہدین کو قریب سے دیکھنا چاہیے۔ اسی غرض سے ہم نے دور دراز

دشوار گزار، پہاڑی اور برفانی مسافت طے کی، یہ ہمارا آپ پر کوئی احسان نہیں یہ تو صرف اخوتِ دینی اور جذبہ ایمانی کا تقاضا تھا جسے ہم لوگوں نے پورا کرنے کی یہ حقیر سی سعی وکوشش کی، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ آمین!

یہ انتیس ۲۹ شعبان جمعرات کا روز تھا۔ اس سے اگلا دن رمضان کا پہلا روزہ تھا۔ ہم ۱۳۔ رمضان المبارک تک بیکموک میں ہی رہے۔ اس دوران پانچ دفعہ روزانہ باوقاتِ نماز امیر صاحب کی زیارت ہو جاتی اور وقتاً فوقتاً اوقاتِ نماز کے علاوہ بھی شرفِ ملاقات حاصل ہو جاتا۔ امیر صاحب پانچوں نمازیں مسجد میں ادا کرتے اور اکثر اوقات جماعت خود کراتے۔ حتیٰ کہ کئی مرتبہ نماز تراویح تک خود پڑھاتے۔ قیام اللیل کی جتنی ہیئات وکیفیات کتب حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں ان میں سے اکثر کو صلوٰۃ اللیل پڑھاتے وقت، متعدد راتوں میں امیر صاحب نے ادا کیا۔ ایک دن ہم جناب امیر صاحب کے دفتر میں تھے کہ امیر صاحب نے ہمیں بتایا، ہم نے ہر قسم کے شرک، بدعت، قبر پرستی اور کتاب وسنّت کے خلاف تمام رسم ورواج کو اپنے ملک سے مٹا دیا ہے" وَذٰلِكَ بِمَحْضِ فَضْلِ اللهِ تَعَالیٰ وَتَوْفِيقِهٖ"۔ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ دفتر کی ایک دیوار پر ایک روضہ کی تصویر آویزاں ہے۔ اس بندہ نے کہا "جناب امیر صاحب، قبروں کی تصویروں کو اس انداز سے آویزاں کرنا تو قبر پرستوں کی علامات میں شامل ہے"۔ بس اس کے بعد امیر صاحب بذاتِ خود اُٹھے، اسی وقت قبر کی تصویر کو اتار دیا اور فرمایا "ہمارے علم میں نہ تھا کہ یہ کسی قبر کی تصویر ہے۔ ہم تو سمجھتے تھے، یہ کسی مسجد کی تصویر ہے"۔

مرکز میں قیام کے دوران ایک روز ہم عدالت میں بھی گئے۔ وہاں قاضی نور محمد صاحب موجود تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ بندہ نے ان سے دریافت کیا کہ "آپ لوگ فیصلے کیسے کرتے ہیں؟" انہوں نے جواب دیا، "ہم ہر فیصلہ کتاب وسنّت کے مطابق کرتے ہیں"۔ بندہ نے پھر پوچھا، "آیا آپ حضرات اپنے فیصلہ جات میں عصری اور جدید قوانین سے مدد لیتے ہیں؟" تو انہوں نے جواباً فرمایا، "ہم تو ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے کتاب وسنّت کے منافی اقوال

سے بھی مدد نہیں لیتے، پھر ہم عصری اور جدید قوانین سے کیونکر مدد لے سکتے ہیں؟ جبکہ ان کے وضع کرنے والے سرے سے مسلمان ہی نہیں۔" یاد رہے کہ عصری اور جدید قوانین سے مراد انگریزی قوانین ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا، "ہم تو ہر فیصلہ میں بس خالص کتاب و سنت ہی کو سامنے رکھتے ہیں ادھر ادھر نہیں جھانکتے۔"

مرکز میں پہنچنے کے دوسرے روز یکم رمضان المبارک کو ہمیں مولانا جمعہ دین صاحب ملے۔ یہ مولانا جمعہ دین صاحب منڈا گل کے قریب ایک گاؤں میں رہتے ہیں۔ اپنے علاقہ کے معاون قاضی ہیں اور یہ ہمارے مدرسہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔ مل کر بہت خوش ہوئے، ان کے علاقہ میں ایک آدمی نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ چنانچہ اس واردات سے کوئی تین چار روز بعد قاتل ثابت ہونے پر اسے قصاصاً قتل کر دیا گیا تھا۔ یہ خبر پاکستان کے کسی روزنامہ میں بھی چھپی تھی۔ مولانا جمعہ دین نے بتایا کہ میں قصاص کے اس فیصلہ میں بطور معاون قاضی شامل تھا۔ جناب امیر صاحب نے بھی اس مقدمہ میں انصاف کرانے کی غرض سے خاص دلچسپی لی۔ چنانچہ جس روز قاتل کو قصاص میں قتل کیا گیا اس روز بھی امیر صاحب بذاتِ خود وہاں موجود تھے۔ مولانا جمعہ دین صاحب نے مزید بتایا کہ یہ قاتل جناب امیر صاحب کے رشتہ داروں میں سے تھا۔

۱۳۔ رمضان المبارک کو ہم باجازت امیر صاحب نیکوک سے وسطی نورستان (وادی پارون اور وادی کنتوا) کی طرف روانہ ہو گئے اور اسی روز بوقتِ شام گاؤں پیڑوک پہنچ گئے۔ یہ حبیب الرحمٰن کا گاؤں ہے۔ یہ حبیب الرحمٰن بھی ہمارے مدرسہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں زیر تعلیم رہ چکے ہیں اور ہمیں مرکز میں ملے بھی تھے۔ مگر جب ہم ان کے گاؤں پہنچے تو وہ وہاں موجود نہیں تھے، کسی کام کے لیے کہیں گئے ہوئے تھے۔ کیونکہ انہیں ہماری ان کے گاؤں میں آمد معلوم نہ تھی۔ پھر جب ہم پاکستان آتے تو وہ ہمیں راستہ میں ملے۔ وہ پاکستان سے سودا خرید کر واپس اپنے گھر جا رہے تھے۔ یہ ملاقات برگ مٹال سے پاکستان کی طرف راستے میں ہوئی۔ دولتِ اسلامی کے نائب امیر اور رئیس القضاۃ حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب

اسی گاؤں پیڑوک کے رہنے والے ہیں۔ ہماری ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ وہ عربی زبان میں ہم سے بات چیت کرتے رہے۔ جونہی ہم پیڑوک پہنچے تو اہالیانِ گاؤں بڑی گرمجوشی سے ہمیں ملے اور دولتِ اسلامی کے رئیسِ معدنیات محترم حاجی عثمان صاحب نے ہمیں اپنے پاس ٹھہرا لیا۔ حاجی صاحب موصوف کا صاحبزادہ محمد امان ہمارے محلہ سرفراز کالونی گوجرانوالہ کی جامع مسجد قدس اہل حدیث میں قاری محمد فاروق صاحب کے پاس قرآن مجید حفظ کر رہا ہے۔ خیر حاجی صاحب نے ہماری خوب مہمان نوازی کی اور اُن کے بھانجے مولانا عبد الحمید صاحب بھی اس سلسلہ میں پیش پیش رہے۔ ۱۴ ار رمضان المبارک صبح سویرے حاجی صاحب ہمیں اپنے ہمراہ اپنے بانڈے اور ڈیرے پر لے گئے۔ ان کا ڈیرا ہمارے راستہ پر ہی پیڑوک سے کوئی ایک گھنٹہ کی مسافت پر واقع ہے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے ایک بکرا ذبح کیا۔ کچھ تو ہمیں وہیں کھلا دیا اور کچھ بطور زادِ راہ ہمارے حوالے کر دیا۔ نیز جناب امیر صاحب کے حکم کے مطابق انہوں نے اپنے صاحبزادے محمد امان کے بڑے بھائی محمد ہمایوں کو بطور دلیل و راہنما ہمارے ساتھ بھیجا۔ جس پر ہم حضرت الامیر اور حاجی صاحب موصوف کے بہت شکر گزار ہیں۔ محمد ہمایوں بڑے باہمت نوجوان ہیں، راستے میں بیمار ہو جانے کے باوجود ہم سے بڑھ کر چلتے رہے۔ نیز مریض ہونے کے باوصف ہمارا سامان اٹھانے تک سے انہوں نے گریز نہ کیا۔ حالانکہ ہم اُن کی بیماری کے پیشِ نظر سامان خود اٹھانے کے لیے پُرزور اصرار کرتے اور آگے بڑھ کر سامان کو ان کی پشت و کمر سے زبردستی اتارنے کی کوشش بھی کرتے رہے۔ پھر انہیں اُردو زبان سیکھنے کا بہت شوق تھا اسی لیے وُہ سفر کے دوران میرے ساتھیوں سے اُردو کے کئی ایک جملہ کاپی پر لکھوا کر یاد کرتے رہے۔

ہمارا یہ مختصر سا قافلہ چودہ رمضان المبارک، کوئی نو دس بجے حاجی صاحب موصوف کے ڈیرہ سے چلا اور آگے آنے والے ایک بہت اونچے اور برفانی پہاڑ کے نیچے شام کو جا ٹھہرا۔ وہاں ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں ہم نے رات بسر کی اور فجر کی نماز پڑھ کر ہم وہاں سے چل دیے۔ یہ ۱۵ ار رمضان المبارک کا

رونہ تھا۔ کوئی بارہ بجے کے قریب ہم اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ بفضل اللہ تعالیٰ علینا و توفیقہ۔ وادی پارون اور پیرٹوک کے درمیان والے اس اونچے پہاڑ کی چڑھائی اور اترائی کا انتہائی دشوار گزار ہونا نورستان میں مشہور ہے۔ محض اللہ تعالیٰ کے احسان و انعام سے ہم نے اس گھاٹی کو بھی طے کر لیا اور غروب آفتاب کے وقت ہم اس وادی پارون کے ایک بانڈے اور ڈیرے میں پہنچ گئے۔

رات وہیں رہے۔ ڈیرہ والوں نے خوب مہمان نوازی کی، چنانچہ انہوں نے مکھن، لسی، دہی، گھی اور گندم و مکی کی چپاتیاں پیش کیں۔ اس ڈیرہ پر عبدالحنان نامی ایک نوجوان تھا۔ وہ ہماری مہمان نوازی میں پیش پیش تھا۔ کہنے لگا "میں نے آپ کو پاکستان میں دیکھا ہے" میرے ساتھی محمد اشفاق نور پوری کا بیان ہے کہ: یہ عبدالحنان ہمارے مدرسہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں رہ چکا ہے۔ ۱۶ر رمضان المبارک کو صبح کی نماز سے فارغ ہونے پر ڈیرہ والے ہم سے کہنے لگے، ناشتہ کیے بغیر ہم آپ کو ہرگز نہیں جانے دیں گے۔ چنانچہ ناشتہ کر کے سورج طلوع ہونے کے بعد ہم اس ڈیرے سے چلے اور کوئی نو دس بجے اس جانب سے وادی پارون کی پہلی بستی سٹیوی میں پہنچ گئے اور سیدھے مسجد میں جا ٹھہرے۔ بستی کے لوگ جوق در جوق ہمیں ملنے کے لیے آنے لگے جن میں گاؤں کی مجلسِ شوریٰ کے رئیس مولانا عبدالعزیز صاحب، جمعیتِ نوجوانان اور قریہ کے امیر حضرت مولانا امیر محمد صاحب، جناب مولانا محمد خان صاحب، واما کے مولانا محمد عمر صاحب حقانی اور مولانا جمال الدین صاحب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یہ جمال الدین صاحب بھی کسی وقت ہمارے مدرسہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں زیرِ تعلیم رہ چکے ہیں، مل کر بہت خوش ہوئے اور ہمارے لیے قہوہ اور نورستانی حلوہ بنا کر لے آئے۔

ظہر سے پہلے ہی ہم وہاں سے چل دیے۔ گاؤں کے لوگ ہمیں الوداع کہنے کے لیے ہمارے ساتھ گاؤں سے باہر تک آئے اور جمال الدین اپنے ساتھی گل محمد سمیت ہمارا سامان اٹھائے کافی دور تک ہمارے ساتھ چلے۔ ہم نے ان دونوں نیز گاؤں والوں کا بہت شکریہ ادا کیا۔ ہاں مرکز کی طرف سے پوری وادی پارون کے امیر حضرت مولانا امیر محمد صاحب کسی کام کی خاطر غربی نورستان کی وادی کلم میں

گئے ہوئے تھے، اس لیے جاتے ہوئے ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ چلتے چلتے ہم وادیٔ پاؤن سے مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن مولانا محمد افضل صاحب کے گاؤں پرونس پہنچ گئے۔ مسجد میں چند منٹ کے لیے رُکے، مولانا موصوف سے ملاقات ہُوئی۔ انہوں نے ہمارا سامان اٹھا لیا، دور تک ہمارے ساتھ چلے آئے اور ظہر کے بعد ہم بستی دیوا میں پہنچ گئے۔ یہ مولانا عبداللہ طویل (شیر گل) کا گاؤں ہے یہ مولانا عبداللہ طویل بھی ہمارے مدرسہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں اور مرکز کی طرف سے اس علاقہ کے کماندان ہیں، مل کر بہت خوش ہوئے اور ہمارے اتنے دُور دراز پہاڑی علاقہ میں پہنچنے پر دیگر نورستانیوں کی طرح بہت متعجب ہوئے۔ انہوں نے ہمیں رات اپنے پاس رکھ لیا۔ پھر دوسرے دن سترہ رمضان المبارک نماز ظہر کے بعد ہم دیوا سے چلے مولانا عبداللہ صاحب طویل نے اپنے بھانجے محمد سلیمان کو ہمارے ساتھ روانہ کیا۔ مغرب سے پہلے ہی ہم گاؤں پشگی میں پہنچ گئے۔ اور حاجی نادر شاہ صاحب کے مکان پر ٹھہرے۔ حاجی صاحب موصوف اور اُن کے دونوں بھائیوں مولانا عبدالحی صاحب اور عبدالجبار صاحب نے ہماری مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور اٹھارہ رمضان کو بھی انہوں نے ہمیں جانے نہ دیا۔ رات کو مولانا میر عالم سے ملاقات کے بعد کوئی بارہ بجے تک تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔ اور مولانا محمد عمر حقانی واماولے، جو ہمیں اسٹیوی میں ملے تھے، دیوا اور پشگی میں بھی ہمارے پاس پہنچ جاتے رہے وُہ مجلس کو خوب گرماتے۔

محمد سلیمان صاحب تو پشگی پہنچتے ہی مغرب سے پہلے واپس دیوا روانہ ہو گئے کیونکہ ان کا ایک قریبی سخت بیمار تھا، چنانچہ وُہ اسی بیماری میں چل بسا۔۔۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! نیز محمد ہمایوں بھی پشگی ہی سے واپس ہو گئے۔ اور ہم انیس رمضان المبارک صبح کی نماز پڑھ کر وادی کلتوا کو روانہ ہوئے۔ حاجی نادر شاہ صاحب اور ان کے بھائی مولانا عبدالحی صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی عبدالجبار کو ہمارے ساتھ بھیجا، ہم بوقت ظہر وادی کلتوا کی اس طرف سے پہلی بستی مم پہنچ گئے جہاں وادی کلتوا کے امیر مولانا محمد عبداللہ الامام اپنی بستی سے

کوئی دو تین گھنٹے کی مسافت طے کر کے اپنے کثیر ساتھیوں سمیت موجود تھے۔ مولوی عبدالجبار صاحب تو تھوڑی سی دیر مم میں رہنے کے بعد اسی روز واپس آ گئے۔ تاہم مم والوں نے ہمیں رات وہیں ٹھہرا لیا اور ہماری خوب مہمان نوازی کی۔ اہالیانِ گاؤں سے ملاقات ہوئی جن میں مم کے امیر مولانا محمد دین صاحب، حاجی فیض الرحمٰن صاحب اور مولانا نظام الدین صاحب کے والد گرامی مولانا جمعہ خاں صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

یاد رہے یہ نظام الدین صاحب اور وادی کنتوا کے امیر مولانا عبداللہ الامام دونوں ایک عرصہ ہمارے مدرسہ جامعہ محمدیہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔ اس وقت ہمارے مدرسہ میں عبداللہ نامی طالب علم کئی تھے۔ اس لیے ان میں امتیاز کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ وادی کنتوا کے امیر مولانا عبداللہ کو عبداللہ بن الفضل اور عبداللہ الامام کہا جانے لگا۔ الامام اس لیے کہ وہ جامعہ میں نمازوں کے امام تھے اور دیوا کے مولانا عبداللہ شیر گل کو عبداللہ طویل کے لقب سے یاد کیا جانے لگا کیونکہ ان کی قامت قدرے طویل ہے اور قریہ علیا کے عبداللہ کو عبداللہ بن الحاج کے نام سے پکارا جانے لگا۔ یہ تینوں عبداللہ نورستانی ہیں۔ ان سے عبداللہ بن الحاج کے ساتھ نورستان میں قیام کے دوران ہماری ملاقات نہیں ہوئی۔ بندہ نے وہاں جمعہ کے خطبہ میں عبداللہ الامام سے متعلق کہا، ہمارے مدرسہ میں تو یہ صرف نماز پڑھانے والے پیش امام تھے۔ مگر اب تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انہیں نماز پڑھانے والے امام کے ساتھ ساتھ اسلامی حدود و تعزیرات تک نافذ کرنے والا امام بنا دیا ہے۔ نیز اس اجر و ثواب میں ہمارے مدرسہ والے اور الامام کے تمام اساتذہ کرام بھی یقیناً شامل ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے اساتذہ کے اساتذہ الخ

بئیس رمضان المبارک، کوئی آٹھ نو بجے ہم قریہ مم سے وادی کنتوا کے امیر حضرت مولانا محمد عبداللہ الامام کے گاؤں اسلام پٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی ہم اسلام پٹ سے تقریباً میل دور ہوں گے، کیا دیکھتے ہیں کہ اسلام پٹ والے ایک گھوڑا لیے وہاں موجود ہیں۔ میرے دونوں ساتھیوں، مولانا محمد عبداللہ الامام اور ان کے ہمراہیوں نے اس بندہ کو گھوڑے پر سوار کرنے پر اتنا اصرار کیا کہ مجھے گھوڑے پر

سوار ہونا ہی پڑا۔ بس گھوڑے پر بیٹھنا تھا کہ بندہ کو علم دین حاصل کرنے سے پہلے کی اپنی حالت یاد آگئی، " سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ " پڑھتے ہوئے تواضع اور خضوع سے بندہ کا سر اسی وقت بارگاہِ الٰہی میں جھک گیا اور نمناک آنکھوں سے اس حقیر پُر تقصیر نے اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا، اسی حالت میں ہم ظہر کے قریب اسلامپٹ میں پہنچ گئے۔ اسلامپٹ والے ہمیں بڑے جوش و خروش سے ملے۔ ہم یہی کہتے رہے کہ ہم صرف ایک دو روز یہاں قیام کریں گے، مگر انہوں نے اس قدر اصرار کیا کہ ہمیں ان کے ہاں عید الفطر تک قیام کرنا پڑا۔ اسلامپٹ والوں نے ہماری خوب مہمان نوازی کی، اس سلسلہ میں امیر کنٹر مولانا محمد عبداللہ صاحب، ان کے بھائی عبدالجلال صاحب، مولانا شرف الدین کے بھائی حاجی عبدالمتین صاحب، حاجی صاحب کے داماد عبدالجلیل صاحب، حاجی محمد یوسف صاحب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ گھوڑا پیش کرنے والے مولانا شرف الدین صاحب تھے۔ مولانا عبداللہ الامام کے والدِ گرامی حضرت مولانا فضل صاحب سے بھی ملاقات ہوتی رہتی اور کبھی کبھی مسائل پر تبادلہ خیال بھی ہو جاتا۔ دار العلوم تعلیم الاسلام ماموں کا نجن میں زیر تعلیم اسلامپٹ کے طلبہ سے بھی ملاقات ہوئی۔ جس میں مولانا جمال الدین صاحب بھی شامل ہیں۔ انہیں تحقیق مسائل کا بہت ذوق و شوق ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں علم و عمل کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین!

" اسلام پٹ " میں " پٹ " نورستانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہماری زبان میں اونچی جگہ ہوتا ہے۔ اس قریہ کا نام اسپٹ تھا۔ " اس " نورستانی لغت میں راکھ کو کہتے ہیں۔ پھر اسپٹ " کو " اسلامپٹ " سے تبدیل کر دیا گیا۔ یہی وہ علاقہ ہے جہاں اب تک زنا کے تین مجرموں کو رجم کیا جا چکا ہے۔ جن میں دو عورتیں تھیں۔ یہ تینوں شادی شدہ تھے اور ایک زانی کو سو کوڑے لگا کر سال بھر کے لیے شہر بدر کیا گیا کہ وہ غیر شادی شدہ تھا۔ یہی وہ وادی ہے جہاں سگریٹ و تمباکو نوشوں، نسوار و تمباکو خوروں اور نشہ آور اشیاء کھانے پینے والوں کو کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ داڑھی کترانے والوں کو بھی تعزیراً کوڑے مارے جاتے ہیں اور بلا عذر

شرعی نماز باجماعت نہ پڑھنے والوں کو جرمانہ کیا جاتا ہے۔ وہاں کئی لوگوں نے ہمیں بتایا کہ اہالیانِ اسلامپٹ تمام کے تمام سلفی ہیں، ان میں کوئی ایک بھی مذہبی نہیں۔ اس علاقہ میں حدود و تعزیرات اسلامیہ کی پوری کارروائی ہم حضرت مولانا محمد عبداللہ الامام سے لکھوا کر لائے ہیں۔ نیز بندہ نے مرکزی امیر جناب مولانا محمد افضل صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ سے تحریراً تقریباً بائیس سوالات کیے جن کے جوابات بھی انہوں نے ہمیں لکھ کر دیے۔ پھر واپس آتے وقت اپنے ایک دوست سے ان سوالات کا ایک مسودہ مل گیا جو مخالفین دولت، اہلِ دولت پر آئے دن کرتے رہتے ہیں اور ان سوالات کے جوابات بھی خود حضرت الامیر نے قلمبند فرمائے ہیں۔ امید ہے یہ تینوں مسودات ایک کتابچہ کی شکل میں شائع ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

عید الفطر کے دن بعد نمازِ عصر ہم اسلامپٹ سے قریہ علیا کی طرف روانہ ہو گئے۔ کیونکہ جناب محمد رحیم خاں نے ہمیں وہاں مدعو کیا ہوا تھا۔ ہم نے نمازِ مغرب وہاں جا کر ادا کی، اہالیانِ قریہ سے ملاقاتیں ہوئیں، جناب محمد رحیم خاں نے وہ مہمان نوازی کی جس سے اولیں عرب کی مہمان نوازیوں کی یاد تازہ ہو رہی تھی۔ بندہ نے وہاں نورستانی لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، آپ بڑے خوش قسمت لوگ ہیں کہ اسلام کے تمام احکام پر عمل کرتے ہیں، وہ بھی برضا و رغبت خواہ ان احکام کا تعلق سزا سے ہی کیوں نہ ہو۔ تو جناب محمد رحیم خاں نے جواباً فرمایا، "دراصل یہ کام پاکستانی علماء کا ہے، بدیں وجہ کہ نورستانی لوگ دینی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے پاکستان گئے۔ وہاں سے دینی علوم کے ساتھ آراستہ ہو کر واپس وطن لوٹے تو انہوں نے واپس آکر اپنے وطن نورستان میں اسلامی نظام قائم کر لیا۔" بیان کو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے فرمایا، "دیکھیے (دولتِ اسلامیہ کے) امیر مولانا محمد افضل صاحب، (وادی کنتوا کے امیر) مولانا محمد عبداللہ الامام اور (دولت کے رئیس الامور الخارجیہ) مولانا محمد ابراہیم صاحب بھی پاکستان میں دینی علوم کی تحصیل فرما چکے ہیں۔

۲۔ شوال کو ہم محمد رحیم خاں کے پاس ناشتہ کرنے کے بعد صبح صبح ہی اسلامپٹ واپس لوٹ آئے اور پاکستان واپس آنے کی غرض سے نمازِ ظہر کے بعد ہم نے

اسلام پٹہ سے سفر کا آغاز کر دیا۔ اسلام پٹہ سے امیر علاقہ مولانا محمد عبد اللہ الامام، مولانا محب اللہ صاحب، مولانا محمد اکبر صاحب، جناب خیر اللہ صاحب، جناب عبد الشکور صاحب اور دیگر احباب ہمارے ساتھ ہو لیے۔ مغرب کے وقت ہم مم کے قریب محمد رحیم خان کے رشتہ داروں کے مکان پر پہنچ گئے۔ انہوں نے بھی اپنے روایتی طریقہ کے مطابق ہماری بہترین مہمان نوازی کی۔ صبح تین شوال کو ہم بعد از ناشتہ چلے اور مولانا محمد عبد اللہ الامام اور ان کے ساتھیوں کے علاوہ قریہ مم کے امیر محمد دین صاحب، جناب جمعہ گل صاحب اور نظام الدین بن جمعہ خاں صاحب بھی ہمارے ساتھ چل دیے۔ یہ تینوں ہمیں اپنے پاس ٹھہرانے کی غرض سے پہلے ہی اسلام پٹہ پہنچے ہوئے تھے اور وہیں سے ہمارے ساتھ آ رہے تھے۔ چنانچہ اس مقام سے اسلام پٹہ کے کچھ دوست تو واپس چلے گئے اور باقی دو تین دن کی مسافت طے کرتے ہوئے ہمارے ہمراہ اسلیوی تک پہنچے جس پر ہم ان کے انتہائی شکر گزار ہیں۔ مم سے چل کر مغرب سے کوئی ڈیڑھ دو گھنٹے قبل پشنگی میں پہنچ گئے۔ رات وہاں حاجی نادر شاہ صاحب، مولوی عبد الحی صاحب اور مولوی عبد الجبار صاحب کے ہاں ٹھہرے۔ ۴۔ شوال کو صبح بعد از ناشتہ ہم پشنگی سے روانہ ہوئے تو مولانا عبد الحی صاحب بھی ہمارے ساتھ ہو لیے۔ پھر ہم بستی زم اور پشتنگی سے گزرتے ہوئے مولانا عبد اللہ طویل (شیر گل) کے گاؤں دیوا میں پہنچے تو نمازِ ظہر باجماعت مولوی شیر گل کی امامت میں ادا کی۔ انہوں نے ہمیں دوپہر کا کھانا کھلایا اور عصر کے قریب، جب ہم دیوا سے روانہ ہوتے تو مولوی عبد اللہ طویل (شیر گل) بھی ہمارے ساتھ چل پڑے۔ شام کے قریب ہم پرونس پہنچ گئے، وہاں ہم مرکزی مجلسِ شوریٰ کے رکن مولانا محمد افضل صاحب کے مہمان خانہ میں رات ٹھہرے۔ اس مقام پر پشتنگی کے مولانا محمد افضل صاحب سے بھی ملاقات ہو گئی جو دولتمند کے مرکز نیلوک میں کچھ وقت ٹھہرنے کے بعد اپنے گاؤں پشتنگی میں واپس جا رہے تھے۔ پرونس میں شام کا کھانا تو ہمیں مولانا عبد القادر صاحب سلفی نے کھلایا کہ انہیں علم ہوا یہ لوگ ہمارے پاس آئے ہیں۔ عقیقہ کی تقریب کی مناسبت سے کھانا تو انہوں نے تیار کیا ہی ہوا تھا،

موقع کو غنیمت جانتے ہوئے انہوں نے ہم دس بارہ افرا کو بھی دعوت دے دی، اور صبح کو مولانا محمد افضل صاحب پرونسی نے خود ہمیں کھانا کھلایا۔ یہ پانچ شوال کی بات ہے۔ کھانے کے بعد ہم پرونس سے چل کر عصر سے پہلے اسٹیوی پہنچے تو تھوڑی دیر بعد افضلین، پرونس کے مولانا محمد افضل اور پشتگی کے مولانا محمد افضل بھی ہمارے پاس پہنچ گئے اور اسلام پٹ سے لے کر پرونس تک تمام بستیوں سے آتے ہوتے لوگ، ۷ شوال کو ہمیں اسٹیوی سے بیرٹوک کی طرف روانہ کرنے کے بعد واپس ہوئے، جس پر ہم ان کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔
پانچ شوال سے سات شوال تک دو تین دن اسٹیوی والوں نے ہمیں باصرار اپنے پاس ٹھہرالیا۔ اس اصرار میں وادی پارون کے امیر مولانا امیر محمد صاحب، مولانا محمد خان صاحب، جمال الدین صاحب، مولانا عبد العزیز صاحب، حاجی جمعہ دین صاحب اور دیگر احباب پیش پیش تھے۔ اسٹیوی میں یہ دو تین روز ہم حاجی جمعہ دین کے مہمان خانہ میں ٹھہرے۔ انہوں نے خوب مہمان نوازی فرمائی۔ اسٹیوی والوں نے پاکستان آنے والے ایک قافلہ کے ساتھ ہمیں روانہ کیا، رات ہم پہاڑوں میں ایک بانڈے پر رہے اور آٹھ شوال کو ہم بیرٹوک پہنچ گئے۔ جب کہ عصر کے بعد ہم حاجی عثمان صاحب کے ڈیرے پر تھوڑی دیر ٹھہرے وہاں کھانا کھایا اور لسی پی۔ رات ہم بیرٹوک میں حاجی عثمان صاحب کے ہاں ٹھہرے اور اگلے روز ۹ شوال کو ہم مرکز نیکموک میں پہنچ گئے۔ جبکہ راستے میں ہم نے پل رستم میں مولانا محمد انور صاحب کے پاس چائے پی اور بیرٹوک میں پرونس سے پاکستان آنے والے جمال الدین صاحب کا قافلہ ہمیں مل گیا۔
چنانچہ نیکموک تک وہ ہمارا سامان اپنے گھوڑے پر لادے لاتے۔ نیکموک میں امیر صاحب سے ملاقاتیں ہوتی رہیں، انہیں ہم نے سفر کی روئداد پیش کی اور ایک دو روز کے بعد جب ہم نیکموک سے چلے تو اسٹیوی کے جمال الدین کا قافلہ ہمیں مل گیا، جو پاکستان آ رہا تھا۔ انہوں نے ہمارا سامان گھوڑے پر لاد لیا۔ پھر یہ جمال الدین صاحب اور اُن کے ایک ساتھی چترال میں ہمیں بس پر بٹھا کر واپس ہوتے۔ فجزاہما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔